JUNG EST...
Oriental Sec...
URDU PRINTE...
Acces... 966
Subje...

الدین یسر

از

شمس العلما مولانا الطاف حسین صاحب حالی

۱۹۱۵ء

مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

قیمت فی جلد ۱/-

تعداد جلد ۱۰۰۰

کارخانۂ وکیل کی بےنظیر کتابیں

ذیل کی پُرتاثیر کتابیں جو مشرق و مغرب کے بہترین دلوں دماغوں کا نتیجہ ہیں۔ ظاہری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بےنظیر تسلیم کرلی گئی ہیں۔ اور اُن کی قومی و مذہبی اثر خیزی کی ایک دنیا قایل ہے مسلمانوں کا کوئی گھر اور کوئی لائبریری ان سے محروم نہیں رہنی چاہیئے؛

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
الاسلام	۸ر	القانون	عہ/ر
اسلام	۲ر	بیوہ کی مناجات	۲ر
اسلام کی دنیوی برکتیں ..	۸ر	بھوٹ اور لیکے کا مناظرہ ..	۱ر
اسلامی حکومت	۲ر	تاریخ عرب قدیم	۸ر
احسان عام	۱ر	سلطنت برطانیہ کا مستقبل ..	۳ر
التین یسیر	۳ر	تفسیر السموات	۸ر
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	۸ر	تعلیم نسواں	۲ر
اساس الاخلاق	۱ر۱۲ر	تنزل علوم دینیہ	۱ر
البرامکہ	۱ر۱۲ر	تدبیر	۲ر
اشاعت اسلام	۸ر	تقلید عمل بالحدیث	۸ر
الخطبات الاحمدیہ	عہ/ر	تعصب و انصاف	۱ر

Acce ٩٦٦
Sub.
١٩٦٢
١٩٦٢

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الدّین یسر

دین برحق کی شان سے یہ ہے کہ اُس میں کوئی چیز انسان کی مجبور کرنے والی نہ ہو۔ نہ اعتقادات میں کوئی محال بات تسلیم کرائی جائے۔ نہ عبادات میں کوئی ایسا بوجھ ڈالا جائے کہ عاجز بندوں سے اُس کی برداشت نہ ہو سکے خدا کی کوئی نعمت جس سے نفس یا بدن کے حق میں مضرت کا اندیشہ نہو اُن پر حرام نہ کی جائے۔ کھانے پینے پہننے اور برتنے کی چیزوں میں اُن کے لئے اُسی قدر روک ٹوک ہو جیسے طبیب کی طرف سے بیمار کے حق میں ہوتی ہے اُس کا بڑا مقصد اخلاق کی تہذیب اور نفس انسانی کی تکمیل ہو۔ اُس میں عبادت کے طریقے ایسے عمدہ ہوں جن میں مشقت کم اور فائدہ بہت ہو اُس کے اصول ایسے جامع ہوں کہ ایک ایک نیکی میں بہت بہت نیکیاں مندرج ہوں۔ اُس میں کوئی بندش ایسی نہو جس سے انسان کو اپنی واجبی آزادی سے دست بردار ہونا پڑے اُس میں کوئی مزاحمت ایسی نہ ہو جس سے انسان پر ترقی کی راہیں مسدود ہو جائیں اور وہ خلافت رحمانی کا منصب حاصل کرنے سے محروم رہجائے۔ اور جس خوان یغما سے اُس کے بنی نوع بہرہ مند ہیں اُس میں اُن کا شریک نہ ہو سکے جیسے ایک

پر تل گھوڑا جو اپنے ہمجنسوں کو جنگل میں آزاد اور بے قید چرتا اور کلول کرتا دیکھتا ہے مگر خود اپنے مالک کے بس میں ایسا مجبور و ناچار ہے کہ اُن کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتا ہے پر ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا اور بوجھ میں لدا ہُوا چپ چاپ چلا جاتا ہے ؛

دین اسلام بھی جب اُسکی اصل ماہیت پر نظر کی جاتی ہے تو ایسا ہی پاک دین معلوم ہوتا ہے جو انسان کی آزادی کو قایم رکھتا ہے اور اُس کو کسی دشوار بات کے ماننے پر مجبور نہیں کرتا۔ نہ اُس میں تثلیث اور کفّارہ جیسی کوئی انوکھی بات تسلیم کرانی پڑتی ہے۔ نہ رہبانیت جیسی کوئی سخت مشقت اُٹھانے کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس دین کے آسان ہونے کو اپنے کلام پاک میں طرح طرح سے جتایا ہے وہ فرماتا ہے۔ کہ

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (بقرہ) ما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج)

خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔ خدا کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ خدا نے دین میں تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کی۔ ہمارے ہادی اور رہنما نے بھی اس ضروری بات کو طرح طرح سے اُمت کے خاطر نشین کیا ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ۔

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ (بخاری) بعثت بالحنیفیۃ

"یہ دین آسان ہے۔ اور جو کوئی اس دین میں سختی اختیار کرے گا وہ آخر کو عاجز

السمحۃ البیضاء (بخاری) اور درماندہ ہوگا۔ (یعنی اعمالِ شاقہ سے تھک کر ضروری فرایض بھی ترک کرنے لگے گا) یہ بھی فرمایا کہ "میں وہ شریعت لایا ہوں جو آسان اور روشن ہے!" یہ

خذوا من الاعمال ما تطیقون انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین ٥

بھی کہا کہ وہ اعمال اختیار کرو جن کے متحمل ہو سکو۔ یہ بھی ارشاد کیا کہ (اے اسلام والو) تم سہل گیر بھیجے گئے ہو نہ سخت گیر۔ اُس نے نجات کا مدار صرف ایک نیکی یعنی توحید پر رکھا جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ کہا کہ من شھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ صادقاً بھا دخل الجنۃ اُس نے استحقاقِ جنت سے صرف ایک بدی یعنے شرک کو مستثنےٰ کیا جو تمام بدیوں کی جڑ ہے اور یہ کہا کہ من مات لا یشرک باللّٰہ شیئاً حرمہ اللّٰہ علے النار۔ تعصب جو کہ انسان کی ترقی کا سخت مانع ہے اُس کے ناگوار بوجھ سے اسلام طرح طرح سے سبکدوش کیا گیا مسلمانوں

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ٥

کو اجازت دی گئی کہ "اگر تم اُمم سابقہ کا علم نہیں رکھتے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو!" زید بن ثابت کو سُریانی سیکھنے کے لئے ارشاد ہوا۔ بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی صاف صاف اجازت دی گئی۔ ہر مسلمان کو آگاہ کیا گیا کہ دانشمندی کی بات مومن کی گم شدہ پونجی ہے پس جہاں کہیں اُسکو ملے وہ اُس کا زیادہ حق دار ہے۔ یہ بھی صاف صاف ارشاد ہوا کہ جس نے لوگوں کو تعصب کی طرف بلایا۔ یا تعصب کی

من دعا الی عصبیۃ فلیس منا ومن مات علی عصبیۃ

حالت میں مرا۔ یا تعصب کی بنا پر لڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اہلِ کتاب کا کھانا

فلیس منا ومن قاتل علی عصبیۃ فلیس منا۔

کان یحب موافقۃ اھل الکتاب فیما لم یؤمر فیہ بشیء (شمائل ترمذی)

مسلمانوں کے لیئے اور مسلمانوں کا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال کیا گیا۔ یہ بھی جتایا کہ جس باب میں کوئی نص صریح نہو اُس میں موافقت اہل کتاب کی پسندیدہ ہے لونڈی غلاموں کی اس قدر حمایت کی گئی کہ وہ حقیقتہً یا حکماً ہمیشہ کے لیئے آزاد کیئے گئے۔ رائے انسانی کو یہاں تک آزادی حاصل ہوئی کہ نبی کے اُس حکم کی نسبت جو وہ اپنی رائے سے دے لوگوں کو ماننے نہ ماننے کا اختیار دیا گیا۔ خود نبی کریم کو یہ حکم ہوا کہ مسلمانوں سے مشورہ لیا کرو۔ سفر اور خوف اور مرض وغیرہ کی حالت میں عبادات مفروضہ میں طرح طرح کی آسانیاں کی گئیں۔ یہ بھی اجازت دی گئی کہ اگر کہیں قبلہ کی سمت متحقق نہو تو اٹکل سے کوئی سی سمت مقرر کر کے اُسی طرف نماز پڑھ لو۔ اگر چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ کر رمضان کو ختم کر دو۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر لو۔ اگر کپڑا نہ ہو تو ننگے بدن نماز پڑھ لو۔ الغرض اس پاک دین میں جب تک وہ اپنی اصلیت پر برقرار رہا کوئی چیز انسان کی واجبی اُمنگ اور خوشی اور آزادی کی روکنے والی نہ تھی مگر افسوس ہے کہ وقتاً بعد وقت اور حیناً بعد حین اُس پر حاشیے چڑھنے شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ ان کی کثرت اس درجہ کو پہنچی کہ متن اور حاشیوں میں تمیز کرنی دشوار ہو گئی بلکہ وہ متن متین بالکل نظروں سے غائب ہو گیا!

پہلا حاشیہ جو اس ملت بیضا پر چڑھایا گیا وہ یہ تھا کہ جو باتیں رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محض اصلاح معاش کے لیئے تعلیم فرمائی تھیں اور جن کا

مدار صرف مصالح دنیوی پر تھا وہ بھی شریعت میں داخل کی گئیں۔ اور اُن کو بھی ضروریات دین سے سمجھا گیا۔ حالانکہ یہ ایک صریح مغالطہ تھا جس کو خود رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی میں حل کر دیا تھا!

اصل یہ ہے کہ جس قوم میں رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے تھے۔ اُس کی اندرونی اور بیرونی دونوں حالتیں زمانہ جاہلیت کی استداد سے معالجہ اور اصلاح کی محتاج تھیں۔ جس طرح اُن کے عقائد اور اخلاق بگڑ گئے تھے اسی طرح اُن کا طریق تمدن اور طرز معاشرت بُری حالت میں تھا۔ وہ جیسے مبدا و معاد سے غافل تھے ویسے ہی کھانے پینے اور پہننے کے آداب سے ناواقف تھے۔ اُن کی مجلسیں تہذیب سے معرا تھیں۔ اُن کے معاملات وحشیانہ تھے۔ اُن کا طریق معاش بے ڈھنگا تھا۔ پس اُس دین کے ہادی اور دنیا کے رہبر نے جیسا اپنے منصبی فرائض یعنی تبلیغ احکام الٰہی کو ضروری سمجھا اور اُن کو مبدا و معاد کی حقیقت سے آگاہ کیا اور اُن کے عقاید باطلہ اور اخلاق رذیلہ کی اصلاح فرمائی اسی طرح رقت قلب اور قومی ہمدردی کے تقتضائے سے اُن کے طریق معاش کو بھی درست کیا۔ اُن کی مجلسوں میں تہذیب پھیلائی۔ لباس اور طعام کے آداب سکھائے۔ نشست اور برخاست کے قاعدے بتائے۔ سلام مصافحہ معانقہ تہنیت۔ تعزیت۔ مہمانی۔ ضیافت۔ بیاہ۔ شادی لین دین۔ سفر اقامت۔ کھیتی تجارت۔ حفظ صحت دوا دارو۔ غرض کہ جملہ امور دنیوی کے اصول تعلیم فرمائے۔ مگر اُسی قدر جتنے کہ اُس زمانہ اور اُس ملک کے مناسب تھے۔ ان دونوں میں سے پہلی تعلیم آپ کا منصبی فرض تھا جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اور جس کی نسبت کلام الٰہی میں

آپ کو یہ ارشاد ہوا کہ :- یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک
اور امت کو یہ حکم ہوا کہ ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا!
اسی کا نام شریعت رکھا گیا اور اسی کی مخالفت پر ضلالت کا اطلاق کیا گیا۔ دوسری
تعلیم جو کہ معاش سے علاقہ رکھتی تھی وہ آپ کے منصبی فرض سے بالکل علیحدہ تھی۔
نہ اُس کی تعمیل اُمت پر فرض کی گئی اور نہ اُس کے خلاف عملدرآمد کرنیکی ممانعت
ہوئی۔ اور اسی تعلیم کی نسبت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ ارشاد فرمایا کہ
انما انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوا بہ واذا امرتکم
بشیٔ من رائی فانما انا بشر +

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (قدس سرہ) نے اپنی کتاب حجۃ اللّٰہ
البالغہ کی ساتویں مبحث میں اس بات کا بیان کیا ہے کہ احکام شرعیہ کو احادیث
نبوی سے کیونکر استنباط کرنا چاہئیے۔ اور اس مبحث کے پہلے باب میں
احادیث نبوی کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ قسم جو تبلیغ رسالت سے متعلق
ہے اور جسکی نسبت کتاب اللہ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ ما اٰتٰکم الرسول
فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (جس بات کا رسول تم کو حکم دے اُسے
مان لو اور جس بات سے وہ تم کو روکے اُس سے باز رہو) اس قسم کو علم آخرت
اور علم عجائب ملکوت اور علم شرائع واحکام اور علم اخلاق وفضائل اعمال میں
منحصر کیا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اسی قسم سے ہماری غرض متعلق ہے اور اُسی
کو ہم اس مبحث میں بیان کرینگے۔ (یعنے جو باتیں دنیوی تعلیم سے علاقہ رکھتی ہیں
وہ اس کتاب کے مباحث سے خارج ہیں) پھر وہ لکھتے ہیں کہ دوسری قسم وہ ہے

جو تبلیغ رسالت سے تعلق نہیں رکھتی اور جس کی نسبت آپ نے فرمایا ہے کہ میں صرف ایک آدمی ہوں جب میں تمکو تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اُس کو مان لو اور جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو (یہ جان لو کہ) میں صرف ایک آدمی ہوں۔ اور نیز قصہ تابیر نخل[1] میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے ایک رائے لگائی تھی سو تم مجھ سے اُس رائے کی بابت مواخذہ نکرو لیکن جب میں کوئی بات خدا کی طرف سے کہوں تو اُسے مان لو۔ کیونکہ میں خدا پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ اس کے بعد شاہ صاحب نے دوسری قسم میں بہت سے ابواب داخل کئے ہیں۔ ازانجملہ وہ بیشمار حدیثیں جو طب سے علاقہ رکھتی ہیں یا جو آپ نے اپنے ذاتی تجربہ کی رو سے ارشاد فرمائی ہیں جیسے حدیث علیکم بالادھم الاقرح (یعنے جس مشکی گھوڑے کی پیشانی پر سفید ہوتا ہو اُسے

---

[1] کھجوروں میں ایک درخت نر ہوتا ہے اور ایک مادہ۔ نر کے پھول مادہ پر جھاڑنے کو تابیر کہتے ہیں۔ مسلم نے یہ قصہ رافع بن خدیج سے اس طرح پر نقل کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ کو تابیر کرتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا کیا کرتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اسی طرح کرتے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید اگر تم نہ کرو تو بہتر ہو۔ اُنہوں نے چھوڑ دیا۔ اُس سال پھل کم آیا۔ اُنہوں نے آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ انما انا بشر الخ۔ اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آپ نے یہ کہا انما ظننت ظنا ولا تواخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللہ شیئا فخذوا بہ فانی لم اکذب علی اللہ۔ شاہ ولی اللہ نے یہی روایت نقل کی ہے!

ڈھونڈھ کر لیا کرو) ازاں جملہ وہ افعال جو آپ نے عبادت کی نظر سے نہیں بلکہ عادت کی راہ سے یا قصداً نہیں بلکہ اتفاقاً کئے ہیں۔ ازاں جملہ وہ امور جن کا ذکر آپ بھی اُسی طور پر کرتے تھے جس طرح آپ کی قوم کرتی تھی جیسے حدیث ام زرع اور حدیث خرافہ۔ ازاں جملہ وہ حدیثیں جو خاص کسی وقت کی مصلحت کے لحاظ سے ارشاد ہوئی ہیں۔ نہ یہ کہ تمام اُمت کے لئے ہمیشہ کے واسطے ضروری ہیں۔ اور اس اخیر باب کی نسبت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پر بہت سے احکام محمول کئے گئے ہیں۔ انتہیٰ ملخصاً۔

صحابہ کرام بھی جیساکہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے احادیث نبوی کی نسبت ایسا ہی اعتقاد رکھتے تھے جیساکہ شاہ صاحب نے بیان کیا ہے اور آپ کی تمام تعلیمات کو تبلیغ رسالت سے متعلق نہیں جانتے تھے۔ ایک بار کچھ زید بن ثابت رضؓ کے پاس حدیث سُننے کو آئے اُنھوں نے پہلے ان سے کہ اُن کے سامنے کچھ حدیثیں بیان کریں یہ کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں رہتا تھا جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی آپ مجھے بلا بھیجتے تھے میں حاضر ہوکر وحی لکھتا تھا۔ پھر جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے۔ اور جب ہم آخرت کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت ہی کا ذکر کرنے لگتے تھے۔ اور جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی ویسا ہی ذکر کرنے لگتے تھے۔ سو میں اُن سب باتوں کو بطور حدیث نبوی کے تمہارے سامنے بیان کرونگا (رحمۃ اللہ) اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابتؓ اُن لوگوں کو یہ جتانا چاہتے

تھے کہ میں بہت سی حدیثیں تمہارے سامنے ایسی بیان کروں گا جو امر دین سے علاقہ نہیں رکھتیں"

مسلم اور ترمذی میں ابن عمر اور جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رملہ کیا۔ اور اب تک اُسی کے موافق عملدرآمد ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب حج کا موسم آیا۔ تو انہوں نے طواف میں رمل کرنے سے منع کیا اور یہ کہا کہ مالنا وللرمل کنا نترایا به قوما قد اھلکھم اللہ (یعنے جس قوم کے دکھانے کو ہم رمل کرتے تھے اُس کو خدا نے ہلاک کیا) (حجتہ اللہ)۔

ابوداؤد میں ابوالطفیل سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا اور یہ سنت ہے۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس میں کچھ صحیح ہے اور کچھ غلط ہے۔ میں نے کہا صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ کہا رمل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو صحیح ہے۔ مگر اس کو سنت جاننا غلطی ہے"

ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ رمل کے حکم کو مصالح دنیوی سے جانتے تھے۔ اور عبداللہ ابن عباسؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک فعل کو سنت یا دین نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے سوا اور اکثر حدیثیں

لہ رمل بازو ہلاکر پہلوانوں کی طرح چلنے کو کہتے ہیں۔ مدینہ کے بخار سے کفار مکہ مہاجرین کی نسبت یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ضعیف و کمزور یا ہلاک ہو جائینگے۔ اُن کا گمان غلط کرنے کے لئے آپ نے رمل کا حکم دیا تھا"

اُسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔ طول کے خوف سے یہاں نقل نہیں کی گئیں ؛

غرض اس میں شک نہیں کہ ایک بہت بڑا حصہ احادیث نبوی کا ایسا تھا جو تبلیغ رسالت سے کچھ علاقہ نہ رکھتا تھا۔ مگر غلطی سے وہ بھی اُس میں داخل سمجھا گیا۔ اور جو طریقہ تمدن اور معاشرت اب سے تیرہ سو برس پہلے خاص عرب کو اُس زمانہ اور اُس ملک کی ضرورتوں کے موافق تعلیم کیا گیا تھا وہ ہر ملک اور ہر قوم کے لئیے الیٰ یوم القیامۃ واجب العمل اور واجب الاذعان ٹھیرایا گیا۔ یہاں تک کہ جس طرح نماز روزہ حج زکوٰۃ کے مسائل میں علما کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت تھی اُسی طرح ان باتوں کے دریافت کرنے کی بھی حاجت ہوئی کہ کھانا کس وجہ پر کھائیں۔ لباس کیسا پہنیں۔ جوتا سنڈا پہنیں یا نوکدار۔ ٹوپی ہلکی پہنیں یا بھاری۔ برتن چینی کے برتیں یا تانبے کے۔ غیر قوموں کے علوم پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ غیر زبانوں میں سے کونسی زبان سیکھیں اور کونسی نہ سیکھیں غیر زبانوں کے الفاظ بحسب ضرورت اپنی زبان میں استعمال کریں یا نہ کریں۔ نئی وضع کا مکان جس میں ہر موسم کی آسایش ہو بنائیں یا نہ بنائیں۔ تمباکو میں گڑ ڈال کر پئیں یا خشک۔ چلتے میں کچا دودھ ملا کر پئیں یا اونٹا ہوا۔ غرضیکہ انسان کے تمام قوار جسمانی اور نفسانی اور اُس کے تمام حرکات و سکنات اور اس کے تمام اعضا اور جوارح پر قیدیں اور بندشیں لگائی گئیں۔ اور اُس کے لئے کوئی موقع ایسا نہ چھوڑا گیا جس میں وہ اپنی بدنصیب عقل سے بھی کچھ کام یا مشورہ لے سکے ؛

دوسرا حاشیہ یہ چڑھا کہ اعمال بدنی اور احکام ظاہری جو کہ بمنزلہ قالب کے تھے۔ اُن میں اس قدر تعمق اور تدقیق کی گئی اور اُن پر اِس قدر زور دیا گیا کہ اخلاق فاضلہ اور ملکات صالحہ جو بمنزلہ روح کے تھے اور جن کے تروتازہ رہنے کے لئے اعمال ظاہری مشروع ہوئے تھے اُن کی طرف اصلا توجہ باقی نہ رہی اور دنیوی ترقیات جن کے بغیر دین کی شوکت قائم نہیں رہ سکتی مسدود ہوگئیں۔ خدا اور رسول کی نہیں بلکہ فقہا کی تکلیفات نے عاجز بندوں کو ایسا شکنجہ میں کھینچا کہ اُن میں دنیا کے بڑے بڑے کام کرنے کا دم باقی نہ رہا؛

انبیا کے بعثت کا خاص مقصد انسان کے نفس کی تکمیل اور اُس کے اخلاق کی تہذیب تھی اور اگرچہ ہر نبی بحسب ظاہر ایک جداگانہ شریعت کے ساتھ بھیجا گیا مگر نتیجہ تمام شریعتوں کا واحد تہا۔ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ۔ (مقرر کیا تمہارے لئے وہ دین جو تعلیم کیا تھا ہم نے نوح علیہ السلام کو اور جس کی وحی بھیجی ہم نے تجھ کو اور تعلیم کیا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسے کو وہ یہ ہے) کہ برپا رکھو دین کو اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کو وہی دین تعلیم ہوا جو نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسٰے علیہ السلام کو تعلیم ہوا تہا۔ اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (یعنے میں صرف اِس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی خوبیوں کو کمال کے درجہ تک پہنچا دوں) اس آیت

اور حدیث کا مضمون ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام ادیان کا خاص مقصد تہذیب اخلاق انسانی کے سوا اور کوئی شے نہ تھی۔ ایک شخص آں حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں آیا اور اُس نے چار بار آپ سے یہ پوچھا کہ دین کیا چیز ہے۔ آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ حسن خلق (احیاء العلوم) فضیل سے روایت ہے کہ ایک عورت کی نسبت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ وہ ہمیشہ روزے رکھتی ہے اور ہمیشہ شب بیدار رہتی ہے۔ مگر بدخلق ہے۔ ہمسایوں کو اپنی بدزبانی سے آزار پہنچاتی ہے۔ آپ نے فرمایا اُس میں کچھ خیر نہیں ہے۔ وہ اہل دوزخ میں سے ہے (احیاء العلوم) آپ فرماتے ہیں کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں اور مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے (بخاری) ایک شخص نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ اسلام کی کونسی چیز سب سے بہتر ہے۔ فرمایا کھانا کھلانا۔ اور جان پہچان اور انجان دونو سے صاحب سلامت کرنی (بخاری) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی صاحب ایمان نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے؛

اس سے ظاہر ہے کہ وضو اور غسل نماز اور روزہ حج اور زکوٰۃ اور اسی طرح تمام ظاہری احکام مقصود بالذات نہ تھے۔ بلکہ محض تصفیہ باطن اور معالجہ نفس اور تہذیب اخلاق کے لئے بمنزلہ آلات کے تھے۔ چنانچہ نماز کی نسبت ارشاد ہوا کہ وہ فحشا اور منکر سے باز رکھتی ہے اور روزہ

کی نسبت یہ فرمایا کہ وہ اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم برائیوں سے بچو۔
اسی واسطے قرون اولیٰ۔ اور خاص کر قرنِ اول میں طہارت اور نجاست اور
عبادات بدنی اور اعمال ظاہری میں اُس مبالغہ اور تشدد کا کہیں نام نہ تھا
جو اُس کے بعد عباد و زہاد و فقہا اور صوفیہ میں پیدا ہوا؛
امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کبار کسب معاش اور طلب علم
اور اعلائے کلمۃ اللہ اور اور ضروری کاموں میں ایسے مصروف تھے کہ اُن کو
ان باتوں کی اصلا فرصت نہ تھی۔ وہ ننگے پاؤں چلتے تھے۔ زمین پر نماز پڑھتے
تھے۔ خاک پر بیٹھتے تھے۔ گھوڑے اور اونٹ کے پسینے سے پرہیز نہ کرتے
تھے۔ دل کی پاکی میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ظاہری پاکی پر چنداں
التفات نہ کرتے تھے۔ غیر مذہب والوں کے برتن کا پانی برابر استعمال
کرتے تھے۔ جس برتن میں عام لوگوں کے ہاتھ پڑیں اُس سے نفرت
نہ کرتے تھے۔ انتہیٰ؛
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ظاہری احکام کی چنداں پابندی
نہ فرماتے تھے۔ اعضائے وضو کو کبھی ایک ایک بار کبھی دو دو بار کبھی تین تین
بار دھو لیتے تھے۔ کبھی ایک ہی چلو سے مضمضہ اور استنشاق دونوں کر لیتے
تھے۔ کبھی ایک دو چلو سے کبھی تین چلو سے۔ جس زمین پر نماز پڑھتے۔ اُسی
پر تیمم کر لیتے اور یہ فرماتے کہ جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں مسلمان کی مسجد
ہے اور وہیں اُس کی طہارت ہے۔ ہمیشہ مقتدیوں کا خیال رکھتے تھے؛
اگر جماعت میں سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی تو نماز جلد ختم کر دیتے؛

اگر نماز میں کوئی بچہ آپ سے آن لپٹتا اُسے اُٹھا کر کندھے پر بٹھا لیتے۔ بارہا امام حسینؓ سجدہ کی حالت میں آپ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے۔ اور آپ نے اُنکے خیال سے سجدہ کو طول دیا۔ کبھی آپ نماز میں ہوتے تھے۔ اور حضرت عائشہؓ اپنے حجرہ کی کنڈی کھٹکھٹاتیں آپ نماز ہی میں جاکر باہر کی کنڈی کھول دیتے تھے۔ کبھی آپ سے نماز میں کوئی سلام کرتا آپ نماز ہی میں اشارہ سے اُس کو جواب دیتے۔ ایک بار بنی عبدالمطلب کی دو لڑکیاں لڑتی ہوئیں جب آپکے قریب آئیں تو نماز ہی میں آپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُن کو چھوڑا دیا۔ کبھی جوتیوں سمیت نماز پڑھتے تھے۔ اور کبھی ننگے پاؤں (سفر سعادت)۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپنے ظہر کو عصر کے ساتھ۔ اور مغرب کو عشا کے ساتھ اُس حالت میں جمع کیا کہ نہ سفر تھا نہ کوئی خطرہ تھا نہ بارش تھی لوگوں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپنے ایسا کیوں کیا۔ کہا اس لئے کہ اُمت پر تنگی نہ رہے (ترمذی)

موسم حج میں ایک شخص نے آکر آپ سے عرض کی کہ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا ہے۔ فرمایا کچھ حرج نہیں ہے اب قربانی کرلے۔ پھر ایک اور شخص نے آکر کہا۔ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ فرمایا کچھ حرج نہیں ہے اب کنکریاں پھینک لے۔ اسی طرح جس کسی نے ایسی بے ترتیبی کی بابت پوچھا اُس سے یہی فرمایا افعل ولاحرج۔ (بخاری)

عمرو بن عاصؓ ایک آیت سے یہ سمجھ گئے۔ کہ جنب کو ضرورت کی حالت

میں تیمم کافی ہے اور عمر بن خطابؓ ایک دوسری آیت سے یہ سمجھے کہ تیمم لمس نساء کے لئے ہے نہ جنابت کے لئے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں پر کچھ اعتراض نہیں فرمایا۔ طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص جنب تھا اُس نے نماز نہ پڑھی جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے یہہ فرمایا کہ تو ٹھیک سمجھا پھر ایک دوسرے شخص نے جنابت کی حالت میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے یہی اُس کو فرمایا کہ تو ٹھیک سمجھا (عقد الجید)

غرض کہ تمام اعمال ظاہری اور عبادات بدنی میں آپ کے برتاؤ ایسے تھے جن میں اُمت کے لئے آسانی ہوئے +

شاہ ولی اللہ صاحب حجت اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں احکام کی بحث ایسی نہ تھی جیسے فقہا کے وقت میں ہوئی۔ کہ وہ کمال اہتمام سے ہر شئے کے ارکان اور شرائط اور آداب جُدا جُدا بیان کرتے ہیں اور فرضی صورتوں پر گفتگو کرتے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تو یہ حال تھا کہ صحابہ نے جس طرح آپ کو وضو کرتے دیکھا اُسی طرح آپ بھی کرنے لگے۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو رکن ٹھیرایا۔ اور نہ ادب ٹھیرایا۔ اسی طرح انہوں نے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے اور حج کرتے دیکھا ویسا ہی آپ بھی کرنے لگے۔ کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ وضو کے چھ فرض ہیں یا چار ہیں اور کبھی آپ نے (فقہا کی طرح) کوئی صورت فرض کر کے اُس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ الا ماشاء اللہ۔ اور صحابہ بھی ایسے امور میں آپ سے کچھ سوال نہیں کرتے تھے۔ انتہٰی +

عمر بن اسحاق سے منقول ہے کہ اصحاب نبی میں جتنے صحابیوں کو میں نے دیکھا ہے وہ اُن کی نسبت زیادہ ہیں جو مجھ سے پہلے گذر گئے۔ میں نے کوئی گروہ دین میں آسانی کرنے والا اور سختی نہ کرنے والا اُن سے زیادہ نہیں دیکھا (دارمی)؛

عبادہ بن بشر کندی سے لوگوں نے سوال کیا کہ اُس عورت کی بابت کیا حکم ہے جو کسی ایسے قافلہ میں مرجائے جس میں اُس کا ولی نہ ہو۔ عبادہ نے کہا جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے نہ وہ تمہاری سی نکتہ چینیاں کرتے تھے اور نہ ایسے مسایل پوچھتے تھے (دارمی)؛

ہندوستان[1] کے ایک پرہیزگار اور ذی علم امیر نے شیخ عبداللہ سراج مکی شیخ العلماء سے حقہ کی اباحت وحرمت کی بابت سوال کیا۔ شیخ نے مسکرا کر یہ آیت پڑھی کہ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب هٰذا حلالٌ وهٰذا حرامٌ لتفتروا علی الله الکذب۔

(یعنے نہ کہو تم اپنی زبانوں کی بے اصل باتوں کو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ خدا پر جھوٹ باندھنے کے لئے)۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے علمائے احکام ظاہری میں تعمق اور تدقیق کو اس قدر کام فرمایا کہ شریعت کا موضوع بالکل بدل گیا۔ اور جس دین کی نسبت الدین یسر کہا گیا تھا وہ الدین عسر کہنے کا مستحق ہوگیا۔ طہارت اور نجاست کی تحقیق میں اتنا کچھ کہا گیا کہ انسان کی تمام عمر

---

[1] یہ سوال نواب مصطفےٰ خاں مرحوم نے کیا تھا اور راقم نے خود اُن کی زبان سے یہ روایت سنی ہے؛

اُس کے دیکھنے اور پڑھنے اور سمجھنے کے لئے کفایت نہیں کر سکتی۔ اگر فقط آمین اور رفع یدین اور قراءت فاتحہ کی تحقیقات میں کوئی شخص اپنا تمام وقت صرف کرے تو اُس کی عمر کا ایک بڑا حصہ اسی میں تمام ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایک سجدہ سہو کی تمام جزئیات کو ازبر کرنا چاہے اور اس نالائق دنیا کی ضروریات بھی سرانجام کرتا رہے تو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام جزئیات کو احاطہ کر سکے۔ کلمات کفر جن کے زبان سے نکلتے ہی ایمان باقی نہیں رہتا ایک غیر محدود باب ہے جس کو کوئی عدد حصر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح معاملات میں وہ تدقیقیں کی گئیں کہ کوئی بیع اور کوئی عقد فقہا کے اصول کے موافق صحیح نہیں ہو سکتا۔ علمائے دین کے سوا جن کی نسبت بدگمانی نہیں کی جا سکتی۔ شاید ہی کسی اُمتی کا وضو غسل نماز روزہ حج زکوۃ بیع شرا نکاح طلاق وغیرہ صحیح ہوتا ہوگا؛

امام شعرانی نے میزان میں لکھا ہے کہ دین میں جتنی آسانیاں ہیں وہ خدا اور رسول کی طرف سے ہیں۔ اور جتنی دشواریاں ہیں وہ علماء کی طرف سے ہیں واقعی یہ قول نہایت صحیح ہے کیونکہ ہم اپنے عہد کے علماء کا حال ایسا ہی دیکھتے ہیں؛ انہیں دنوں میں ایک مولوی صاحب نے جو کہ عامل بالحدیث ہیں دس مسئلوں کی نسبت یہ اشتہار دیا تھا کہ اگر اُن کے ثبوت پر کوئی صاحب آیات قرآنی یا احادیث صحیحہ جن کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو۔ اور جس مدعا کے لئے وہ پیش کی جائیں۔ اُس کے واسطے نص صریح قطعی الدلالۃ ہوں پیش کریں گے تو فی آیت اور فی حدیث دس روپیہ انعام دوں گا۔ اُس کے جواب

ہیں ایک دوسرے مولوی صاحب نے نہایت تعجب سے یہ لکھا ہے کہ اگر احتجاج کا مدار صرف آیت اور اُس حدیث صحیح پر ہو جسکی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور اثبات دعوٰے کے لئے نص صریح قطعی الدلالت ہو تو دین اسلام کے ۳۲ حصوں میں سے ۳۱ حصے باطل ہو جائیں گے۔ اور صرف ایک بتیسواں حصہ باقی رہجائے گا۔ اور اس بات کو بہت عمدہ طور سے ثابت کیا ہے :

مجیب صاحب کی اس تقریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک دین کی عظمت اور بڑائی اسی میں ہے کہ وہ ایک ایسا دفتر طویل الذیل ہو جو داستان امیر حمزہ اور بوستان خیال کی طرح سمیٹا نہ سمٹے۔ اور نیز اُن کے نزدیک ایسی تقریر کے بطلان میں کچھہ شبہ نہیں ہے جس سے دین کا اختصار لازم آئے۔ مگر اس تعمق اور تشدد میں علما کے ساتھ حضرات صوفیہ کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ جنہوں نے عبادات شاقہ اور بے انتہا اذکار و اشغال اور دائمی روزے اور اور سخت سخت ریاضتیں اختیار کر کے اوروں کو ریس دلائی۔ اور امت کو اور بھی زیادہ بوجھل اور گرانبار کر دیا اور تحریف دین کی ایک دوسری بنیاد ڈالی :

صحابہ نماز بھی پڑہتے تھے۔ روزہ بھی رکھتے تھے اور دنیا کے کام بھی سرانجام کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کا قول[1] تہا کہ احسب جزیۃ

[1] میں میں بحرین کے خراج کا حساب لگاتا ہوں اور نماز میں بھی ہوتا ہوں اور میں لشکر کی تیاری کرتا ہوں اور نماز میں بھی ہوتا ہوں :

البحرین دانا فی الصلوٰۃ واُجھز الجیش وانا فی الصلوٰۃ؛
وہ نکاح کرتے تھے۔ بال بچوں کے لئے کمائی کرکے لاتے تھے۔ مہمات خلافت کو سرانجام کرتے تھے۔ خلیفہ وقت کی اعانت میں مصروف رہتے تھے۔ لوگوں کے جھگڑے فیصلہ کرتے تھے۔ غرض کہ دنیا کے تمام کام جن کے بغیر دین کی شوکت ہرگز نہیں رہ سکتی سرانجام کرتے تھے۔ اگر وہ بھی حضرات صوفیہ کی طرح خانقاہوں میں ہو بیٹھتے اور نماز، روزہ اور ذکر و شغل کے سوا سارے کام چھوڑ دیتے تو آج بغداد میں پیران پیر کی درگاہ اور اجمیر میں خواجہ خواجگان کے مزار کا کہیں نام و نشان نہ ہوتا۔ شاید وہاں کوئی عظیم الشان آتشکدہ اور یہاں کوئی عالیشان بتخانہ نظر آتا۔ جہاں مسلمان کی ہوا تک نہ پہنچ سکتی!

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ عبادت میں سب سے زیادہ مضر چیز انسان کا عبادت سے اکتا جانا ہے۔ کیونکہ پھر اُس عبادت میں خشوع کی صفت باقی نہیں رہتی اور اُس کی تمام مشقتیں جو وہ عبادت میں کرتا ہے عبادت کی روحانیت سے محروم رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ہر چیز کی حرص ہوتی ہے اور ہر حرص کے بعد سستی اور ماندگی ضرور ہے" اسی واسطے شارع نے عبادات کی مقدار ایسے طور پر معین کی ہے۔ جیسے دوا کی مقدار مریض کے لئے کہ نہ اُس سے زیادہ ہونی چاہئے نہ کم۔ اور نیز اصل مقصود تہذیب نفس ہے ایسے طور پر کہ تدابیر حسن معیشت اور حقوق عباد فروگذاشت

نہ ہونے پائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں۔ افطار بھی کرتا ہوں۔ تہجد بھی پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں۔ نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جس نے میرے طریقہ کو چھوڑا اُس کو مجھ سے علاقہ نہیں ہے اور نیز شریعت کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دین کی باتوں میں دقتیں پیدا کرنے کا رستہ بند کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ اُن کو لازم پکڑ لیں۔ اور جو اُن کے بعد پیدا ہوں وہ اُن کو عبادات مفروضہ خیال کرنے لگیں۔ اور جو اُن کے بعد پیدا ہوں اُن کو عبادات کی فرضیت کا یقین ہو جائے اور رفتہ رفتہ دین محرف ہو جائے۔ انہیں مصلحتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ لوگ اعمال میں میانہ روی اختیار کریں اور یہ فرمایا کہ خذوا من الاعمال ما تطیقون۔ انتھی ملخصاً۔

الغرض یہ دوسرا حاشیہ جو فقہا کے تعمق اور صوفیہ کے تشدد سے دین اسلام پر چڑھا۔ اس نے بھی اہل اسلام کو سخت نقصان پہنچایا مسلمانوں کی دنیوی ترقیات اس سے مسدود ہی نہیں ہو گئیں۔ بلکہ تنزل کے ساتھ مبدل ہو گئیں۔ دین اسلام جو ایک صاف اور ہموار اور نہایت نزدیک رستہ تھا وہ اُن کو ایسا پیچدار اونچا نیچا دور دراز نظر آیا جس کے طے کرنے میں انسان کو اِدھر اُدھر دیکھنے کی مہلت نہیں مل سکتی۔ دوسرے اُن کی تمام ہمت اور توجہ طہارت ظاہری اور احکام جسمانی کی طرف مصروف ہو گئی اور طہارت باطنی اور تہذیب روحانی جو کہ اصل مقصود تھی بالکل فراموش ہو گئی۔ اور وہ سراسر حضرت عیسیٰ

کے اُس قول کے مصداق ہو گئے جو اُنہوں نے یہودیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا تھا کہ تم اپنے برتنوں کو باہر سے دھوتے ہو پر اندر کی ناپاکی کو مدنظر نہیں کرتے۔ یہی سبب ہے کہ جس قدر بداخلاقیاں علماء اور عباد و زہاد درحجاج میں دیکھی جاتی ہیں وہ عام مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہیں؛ +

تیسرا حاشیہ۔ واعظوں کی نادانی اور صوفیوں کی سادہ لوحی یا خودغرضیوں کی بددیانتی سے اس پاک دین پر چڑھا۔ اُنہوں نے اعمال ظاہری کی ترغیب یا کسی مذہب کی تائید کے لئے یا تعصب کے جوش میں یا کسی اور دنیوی غرض کے پورا کرنے کو حدیثیں وضع کیں۔ اور رفتہ رفتہ یہ حدیثیں بھی دین کا ایک اعلیٰ جزو قرار پا گئیں۔ اگرچہ محققین نے اُن کی تحقیقات اور چھان بین کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اُن کے موضوعات اور مفتریات کو احادیث صحیحہ سے جہاں تک ہو سکا جدا کیا۔ مگر اُن کی جرح و قدح صرف کتابوں ہی میں رہی اور واعظوں کے رنگین نقرے جو کم سے کم ہزار برس تک وعظ کی بھری مجلسوں میں وقتاً فوقتاً مسلمانوں پر چلتے رہے۔ وہ مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک وبا کی طرح پھیل گئے؛

علماء کی ایک بڑی جماعت جیسا کہ جامع الاصول اور شرح نخبۃ الفکر وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے۔ اس بات پر متفق ہو گئی تھی کہ ترغیب اور ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کرنی یا ضعیف اور منکر حدیثوں

کی روایت کرنی جایز ہے۔ اسی بنا پر بے شمار حدیثیں ترغیب اور ترہیب کے لئے وضع کی گئیں۔ مثلاً موذنوں کے فضائل میں ایسا مبالغہ کیا گیا کہ اُن کے مراتب سے بڑھ کر انسان کے لئے ولو کان نبیًّا او اماماً۔ کوئی درجہ تصور میں نہیں آسکتا۔ مثلاً یہ حدیث کہ موذن کے لئے ہر شے جسکو اُس کی اذان کی آواز پہونچی ہے پتھر ہو یا درخت یا ڈھیلا یا خشک یا تر سب گواہی دیں گے۔ اور اُس مسجد کے تمام نمازیوں کی برابر اُس کو حسنات ملیں گی۔ یا یہ حدیث۔ کہ قیامت کے دن سونے کی کرسیاں لائی جاوینگی جن میں یاقوت اور موتی جڑے ہوں گے۔ اور سندس اور استبرق کے فرش پر بچھائی جاویں گی۔ پھر اُن پر نور کے سائبان لگائے جاویں گے اور پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں موذن تاکہ اُن پر آکر بیٹھیں۔ یا مثلاً مسجد کی خدمت کرنے والوں کے فضائل میں جیسے کہ:۔

۱۔ جس نے مسجد میں چراغ روشن کیا۔ جب تک وہ چراغ روشن ہے اُس کے لئے فرشتے اور حاملان عرش برابر استغفار کرتے رہتے ہیں۔

۲۔ جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی یا بوریا بچھایا اُس پر ستر فرشتے برابر درود بھیجتے ہیں جب تک وہ قندیل نہیں ٹوٹتی یا وہ بوریا نہیں ٹوٹتا۔

۳۔ جس نے خدا کے کسی گھر میں جھاڑو دی اُس نے گویا چار سو بردے آزاد کئے اور چار سو روزے رکھے اور چار سو جہاد کئے۔

یا مثلاً حفظۃ القرآن کے فضائل میں جیسے یہ حدیث کہ " حافظ قرآن کی فضیلت غیر حافظ پر ایسی ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر "

اسی طرح سینکڑوں روزے اور ہزاروں نمازیں اور بے انتہا طواف اور بے شمار صدقے وضع کئے گئے ۔ اور اُن کے اجر اور ثواب کے بیان کرنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا +

ترہیب وتخویف کے لئے بھی ایسے ہی مبالغوں کے ساتھ حدیثیں وضع کی گئیں ۔ مثلاً

۱۔ جس نے دو نمازوں کو بغیر عذر کے جمع کیا وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ۔

۲۔ مسجد کے ہمسایہ کی نماز مسجد کے سوا کہیں نہیں ہوتی ۔

۳۔ جو شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہے خدا تعالیٰ اُس کے تمام اعمال حسنہ کو ضائع کر دیتا ہے ۔

۴۔ جس نے بے نماز کی مدد ایک لقمہ سے کی اُس نے گویا تمام نبیوں کے قتل میں اعانت کی ۔

بہت سی حدیثیں اپنے اپنے مذہب کی تائید اور نصرت کے لئے بنائی گئیں ۔ مثلاً :-

۱۔ جس نے نماز میں رفع یدین کیا اُس کی نماز باطل ہے ۔

۲۔ جس نے رکوع میں رفع یدین کیا اس کی نماز باطل ہے ۔

۳۔ جب سورۂ کوثر نازل ہوئی تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے

جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ نحر سے کیا مراد ہے۔ کہا یہ مراد ہے کہ جب نماز کی نیت باندھو تو پہلے تکبیر پر اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرو؛

بہت سی حدیثیں تعصب یا تنفر کی وجہ سے بنائی گئیں جیسے امام شافعی اور امام اعظم کی مدح یا ذم میں۔ یا جیسے معاویہ بن ابی سفیان کی مدح یا ذم میں۔ مثلاً یہ حدیث کہ خدا کے نزدیک تین امین ہیں۔ میں اور جبرئیل اور معاویہ۔ یا یہ حدیث کہ امت کے ایک فرعون ہے اور اس امت کا فرعون معاویہ ہے۔ یا مثلاً یہ حدیث کہ "ایک بار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے ہاتھ ملانا چاہا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ہاتھ ملانے سے انکار کیا۔ آپ نے سبب پوچھا۔ کہا تم نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا تھا۔ پس جو ہاتھ کافر کے ہاتھ سے مس کرے میں اس سے ہاتھ ملانا پسند نہیں کرتا۔ یا یہ کہ۔ جو شخص یہودی یا نصرانی سے مصافحہ کرے اسکو اپنا ہاتھ دہونا اور وضو کر لینا چاہیئے؛

امام ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حدیثیں وضع کرنے والوں کا ایک بہت بڑا گروہ ہے جن کے راس و رئیس وہب بن وہب اور قاضی بختری وغیرہ سترہ آدمی ہیں۔ انتہیٰ۔

انہیں سترہ آدمیوں میں سے ایک محمد بن عکاشہ کرمانی ہے جس نے محمد بن تمیم فاریابی کی شرکت میں دس ہزار حدیثوں سے زیادہ وضع کی ہیں۔؛ +

ابن جوزی کہتے ہیں کہ جن کی حدیثوں میں وضع اور کذب وغیرہ کے آثار پائے جاتے ہیں وہ کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعضے تارک دنیا ہیں جنہوں نے حدیث کی نگہداشت سے غفلت کی۔ بعضوں کی تحریریں ضائع ہوگئیں اور انہوں نے اپنی یاد کے بھروسہ پر غلط روایتیں کردیں۔ بعضے ثقات بھی ہیں جو بڑھاپے میں آکر خرف ہوگئے۔ بعضوں نے سہو سے غلط روایت کی۔ اور جب اپنی غلطی سے خبردار ہوئے تو اُن کو صحیح روایت کرنے سے شرم آئی۔ اور بعضے زندیق اور ملحد ہیں جنہوں نے شریعت میں رخنہ ڈالنے کے لئے حدیثیں وضع کیں۔

حماد بن زید نے کہا ہے کہ "زنادقہ نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں بلکہ جس وقت ابن ابی العوجا کو وضع حدیث کے جرم میں قتل کرنے لگے تو اُس نے یہ اقرار کیا کہ صرف میں نے تمہارے دین میں چار ہزار حدیثیں بنائی ہیں جن میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرایا ہے" بعضوں نے اپنے مذہب کی تائید کے لئے بنائیں چنانچہ اہل بدعت میں سے ایک شخص تائب ہوا تو اُس نے کہا کہ حدیث کے لینے میں احتیاط کیا کرو اور دیکھا کرو کہ کس شخص سے حدیث لیتے ہو۔ ہمارا مدت تک یہ حال رہا کہ جس بات کو چاہا حدیث نبوی کے پیرایہ میں بیان کردیا۔ بعضے ایسے بھی تھے جو ثواب واجر کی امید پر ترغیب وترہیب کے لئے وضع کرتے تھے گویا اُن کے نزدیک شریعت ناقص تھی جس کی تکمیل کی ضرورت تھی بعضوں نے یہ ٹھیرالیا تھا کہ جب کسی کا کوئی عمدہ قول ہاتھ لگے اُس میں

اسناد اپنی طرف سے شامل کر دیجئے۔ اور نبی تک اسناد کو پہنچا دیجئے بعضوں نے سلاطین وملوک کے خوش کرنے اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے یہ شیوۂ اختیار کیا تھا اور بعضے قصہ گو اور واعظ تھے جو لوگوں کو حسن بیان پر فریفتہ کرنے کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ اور کتب صحاح میں اس قسم کی حدیثیں نقل کی گئیں ہیں۔ انتہیٰ ؛

اس کے سوا اور بھی اسباب وضع وافترا کے بیان کئے گئے ہیں۔

من شاء فلیرجع الی الفوائد المجموعۃ لمحمد بن الشوکانی ؛

چوتھا حاشیہ یہ چڑھا کہ مفسرین نے اپنی تفسیر کی کتابوں میں ہزاروں موضوع اور ضعیف ومنکر ومتروک حدیثیں بھر دیں انہوں نے صحابہ اور تابعین وتبع تابعین ومن بعدہم کے اقوال بلا ذکر اسناد بحسب ضرورت اپنی اپنی تفسیر کی تقویت کے لئے حدیث نبویؐ کے پیرایہ میں نقل کئے۔ انہوں نے یہودیوں سے سُنے سُنائے لاانتہا جھوٹے اور بے بنیاد قصّے تفسیروں میں بھر دیئے۔ انہوں نے بہت سے مسائل اصول اور فروع کے قرآن کی عبارات اور اشارات سے محض اپنی رائے اور قیاس کے موافق استنباط کئے نہ اس کی تائید کے لئے کوئی حدیث صحیح نقل کی اور نہ کسی صحابی یا تابعی کا قول لکھا۔ جن موجودات علوی وسفلی کا ذکر قرآن میں آیا ہے ان کے حقایق کی تشریح ارسطو اور بطلیموس اور دیگر فلاسفہ یونان کی رایوں کے موافق

کی گئی۔ متکلمین نے مخالف فرقوں کے الزام دینے اور اپنا مدعا ثابت کرنے کے لئے صدہا آیتوں کی تفسیریں اپنی مرضی کے موافق کیں اور آیات قرآنی کو کھینچ تان کر کہیں سے کہیں لے گئے اور یہ تمام کوڑا کرکٹ اصل دین میں داخل سمجھا گیا۔ اور وحی سماوی کی طرح واجب التسلیم خیال کیا گیا۔ شرح جامع صغیر میں علامہ ابن کمال سے نقل کیا گیا ہے کہ تفسیر کی کتابیں موضوع حدیثوں سے مالامال ہیں۔ اسی طرح مفسرین کے قصص اخبار کی نسبت ابو الامداد ابراہیم نے قضاء الوطر حاشیہ نخبۃ الفکر میں اور ملا علی قاری نے شرح الشرح نخبۃ الفکر میں۔ اور علامہ سیوطی نے اتقان میں اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں تصریح کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً یہ تمام قصے اہل کتاب کے ہاں سے لئے گئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ فتح شام میں عبداللہ عمرو بن عاص کو اہل کتاب کی بہت سی کتابیں بقدر ایک بار شتر کے ہاتھ لگی تھیں۔ پس جو باتیں اُن سے بکثرت منقول ہیں وہ صرف اخبار اور قصے بنی اسرائیل کے اور روایات اہل کتاب کی ہیں اور اسی طرح بہت سی روایتیں عبداللہ بن سلام سے بھی اسی قسم کی مروی ہیں پھر مفسرین کے دوسرے طبقے میں مجاہد اور تیسرے طبقہ میں مقاتل بن سلیمان اور ان کے سوا اور لوگوں نے صدہا قصے اہل کتاب سے اخذ کئے ہیں۔ اس مطلب کو اگر تفصیل سے دیکھنا چاہو تو تہذیب الاخلاق کے ایک مضمون میں جو مولوی مہدی علی صاحب نے لکھا ہے دیکھو!٭

پانچواں حاشیہ متکلمین کے تفلسف اور حکیمانہ تدقیقات سے
اس پاک دین پر چڑھا۔ اور وہ بھی دین کا ایک اصلی جزو قرار دیا گیا۔ خلفائے
عباسیہ کے عہد میں جب مصر و شام و یونان و قبرس وغیرہ سے فلسفہ
کی کتابیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اور اُن کے ترجمے عربی زبان میں
ہونے شروع ہوئے اور فلاسفہ کے مختلف خیالات اور اُن کی مختلف
رائیں جو باری تعالیٰ کی ذات اور صفات اور عالم کی حقیقت سے علاقہ
رکھتی تھیں علمائے اسلام میں شایع ہوئیں تو فلسفہ کی چکنی چپڑی اور
دلفریب دلیلوں کے آگے مذہب کی عظمت آہستہ آہستہ دلوں میں
کم ہونے لگی۔ کیونکہ حکما کے مقالات بظاہر موجہ و مدلل دکھائی دیتے
تھے اور مذہبی تعلیمات محض حسن عقیدت یا وجدانی شہادت سے تسلیم
کی گئیں تھیں۔ دوسرے اہل نفاق کے شبہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں پیدا ہو چکے تھے اور اسلام میں شک اور تردد کا بیج بو چکے تھے
تیسرے آپ کے مرض موت میں اور آپ کی وفات کے بعد کا غذ و دوات
جیش اسامہ، خلافت، فدک، شہادت عثمان بن عفان صفین، جمل وغیرہ
کے جھگڑے دین میں اختلاف ڈال چکے تھے۔ پس دین کے ہواخواہوں
نے اس بات کی ضرورت دیکھی کہ فلسفہ یونانیہ کے مقابل میں ایک دوسرا
فلسفہ مرتب کیا جائے جس میں مذہبی تعلیمات کی تائید فلسفی دلیلوں سے
کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر رفتہ رفتہ جیسا کہ انسان کی طبیعت کا مقتضا
ہے اس جدید فلسفہ میں صدہا مباحث ضرورت سے زیادہ بڑھا دیئے گئے۔

اور خوب دل کھول کر معرکہ آرائیاں کی گئیں۔ چونکہ یہ کام کسی جماعت یا کمیٹی نے مل کر نہیں کیا تھا بلکہ جدا جدا طبع آزمائیاں ہوتی تھیں اس لئے ضرور تھا کہ اُن کی رایوں میں بے شمار اختلافات واقع ہوں۔ پس اس طرح دین اسلام میں بے شمار فرقے پیدا ہو گئے۔ مگر علمار نے کھینچ تان کر اُن بے شمار فرقوں کو تہتر فرقوں میں محدود کر دیا تاکہ حدیث[1] ستفترق امتی علی ثلٰثۃ وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ کی سچائی میں کچھ فرق نہ آئے۔ اگرچہ ان تہتر فرقوں میں سے معدود فرقوں کے سوا (جیسے اشاعرہ یا شیعہ یا ان کی چند شاخیں) کوئی فرقہ اب دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ مگر صدہا بلکہ ہزارہا کتابیں اُن کے مناظروں اور مباحثوں سے بھری ہوئی اب تک موجود ہیں اور وہ تمام علم کلام کے نام سے مشہور ہیں۔ اور جن مطالب کی تفصیل اُن کتابوں میں درج ہی اُن کا جاننا اور سمجھنا اور یقین کرنا ایسا ضروری سمجھا گیا ہے کہ اُس کے بغیر اسلام معتبر اور صحیح نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اشاعرہ کے ہاں جو کہ آج کل اہل سنت وجماعت کے نام سے مشہور ہیں ان باتوں کا انکار کرنا (کہ صفات باری تعالیٰ نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات نہ لاعین ہیں نہ لاغیر۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ اگر تمام نیک بندوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے۔ اور تمام شریروں کو ہمیشہ کے لئے جنت میں بھیجدے تو اُس کی طرف

---

[1] علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے سفر السعادت کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی۔

حیف دلیل کی نسبت نہیں ہوسکتی۔ یا یہ کہ خلفاء کی فضیلت ایک دوسرے پر خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ یعنے ہر خلیفہ سابق خلیفہ لاحق سے افضل ہے) بالکل ایسا ہی ہے جیسے نبوت یا معاد کا انکار کرنا۔ اگر کوئی شخص مثلاً رویت بصری کو محال قرار دے اور حدیث نبوی جو رویت بصری پر دلالت کرتی ہے اُس کی تاویل کرے۔ یا علی مرتضٰے کو شیخین کے برابر یا اُن سے افضل سمجھے وہ فوراً اہل سنت کی جماعت سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اُن فرقوں میں شمار کر دیا جاتا ہے جن کی نسبت کلہم فی النار کہا گیا ہے۔ شرح مواقف اور شرح مقاصد اور امام رازی کی اکثر مبسوط کتابیں جو علم کلام میں ہیں اور صواعق محرقہ اور صواقع کابلی اور تحفہ۔ اور منتہی الکلام اور ازالۃ الغین اور اس قسم کی ہر کتاب اور ہر رسالہ جو علم کلام میں اشاعرہ کی تائید کے لیئے لکھا گیا ہو یا لکھا جائے سب اول سے آخر تک واجب التسلیم سمجھے گئے ہیں۔ اور جو شخص اُن کے خلاف ایک لفظ بھی کہتا ہے وہ مبتدع سمجھا جاتا ہے :+

چھٹا حاشیہ۔ تقلید اور بدعات و رسوم کا ایک طویل الذیل حاشیہ ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے۔ یہ حاشیہ اصل دین سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا ہے۔ تقلید نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتب سابقہ کی طرح منسوخ کر دیا ہے۔ کتاب اللہ سوا اس کے کسی کام کی چیز نہیں رہی کہ ذرا ذرا سے بچے اُسے مکتبوں میں طوطے کی طرح پڑھیں یا بڑے ہو کر اُس کی لفظی تلاوت کیا کریں یا ختموں اور عرسوں

میں اُنکی چند آیتیں یا سورتیں مناقب کے ساتھ پڑھی جائیں یا نئے مردوں کی قبروں پر اُس کا ایک آدھ ختم کرا یا جائے۔ یا رمضان کی تراویح میں اُکتا اُکتا کر اور پچھتا پچھتا کر اُس کا ایک ختم وہ لوگ سُنیں جو اُس کا ایک حرف نہیں سمجھتے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی حال ہے کہ اول تو اُس کے پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے والے روز بروز صفحۂ ہستی سے محو ہوتے جاتے ہیں۔ اور اگر چند نفوس متبرکہ باقی ہیں اُن کا لے دے کر یہ کام ہے کہ صحاح کے اول و آخر کے چند صفحے تبرکًا و تیمنًا شاگرد کو سرسری طور پڑھا دیئے اور اُن کو علم حدیث کی سند لکھدی۔ شاگرد اور اُستاد دونوں کو کبھی اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ کبھی ضرورت کے وقت ہم کو ان حدیثوں سے کچھہ کام پڑے گا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ کوئی فتویٰ اور کسی مسئلہ کا جواب اُس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتا۔ جب تک قاضی خاں اور عالمگیری یا بحر الرائق وغیرہ کی عبارت اُس میں درج نہ کی جائے۔ گویا قرآن اور حدیث کے مخاطب صحیح تمام اُمت میں چند آدمی تھے جو اُن کا لُب لباب نکال کر کتب فقیہہ میں درج کر گئے۔ اب کتاب و سنت معاذ اللہ اس شعر کے مصداق ہیں + شعر

من ز قرآں مغز را برداشتم
استخواں پیشِ سگاں انداختم

رسوم و بدعات کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی اسلام کی رگ و پے

میں بیٹھ گئے ہیں اُن کا دین سے جُدا کرنا اور گوشت کا ناخن سے جدا کرنا برابر ہے۔ مدوّر ٹوپی، پردہ دار انگرکھا، ڈھیلا یا تنگ مُہری کا پاجامہ، نوکدار جوتی۔ زمین میں بیٹھ کر کھانا۔ اور اسی قسم کی سینکڑوں باتیں مسلمانوں نے قطعاً غیر قوموں سے سیکھی ہیں۔ بیاہ شادی کی اکثر رسوم کی ہندوستان میں آکر اُنھوں نے تعلیم پائی ہے۔ مگر وہ اس قدر عزیز اور ضروری ہو گئی ہیں کہ اگر کوئی شخص اُن کے خلاف کرتا یا کہتا ہے وہ کرستان کا خطاب پاتا ہے۔

یہاں ہم کو رسوم و بدعات اور تقلید کا مفصل بیان کرنا منظور نہیں ہے بلکہ مجمل طور پر یہ جتانا ہے کہ دین اسلام پر جو فضول اور لغو حواشی چڑھے ہوئے ہیں اُن میں سب سے بڑا حاشیہ تقلید اور رسوم و بدعات کا ہے۔ لیکن کسی اور موقع پر یہ بحث کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھی جائے گی۔

یہ تمام حواشی جو ہم نے اوپر بیان کئے اُن کے سوا اور بھی بہت سے حاشئے اس سیدھے سادھے دین پر چڑھے ہوئے ہیں جو تھوڑی سی غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ پس نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے علمائے دین دوش اسلام کو اس ناگوار بوجھ سے ہلکا کرنے میں کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ اُس کی عظمت اور بزرگی اسی میں جانتے ہیں کہ وہ روز بروز اور بھی زیادہ بوجھل اور گرانبار ہوتا چلا جائے۔ شاید پچھلی صدیوں میں کوئی زمانہ ایسا بھی گذرا ہو جس میں امت کے لئے شریعت

کا. اُرہ تنگ کرنا قرین مصلحت سمجھا گیا ہو۔ اور انسان کے حق میں خدا اور رسول کی تکلیفیں ناکافی خیال کی گئی ہوں۔ اور اُن کی بہبودی اسی میں تصور کی گئی ہو کہ وہ کسی حالت میں اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھے۔ مگر ہم سچ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ آج ہم کو نہ صرف دنیوی عزت حاصل کرنے کے لئے بلکہ زیادہ تر اس لئے کہ دین محمدی کی شان و شوکت دنیا میں قایم رہے۔ اور اُمّت محمدیہ اپنے ہمعصروں کی نظر میں حد سے زیادہ حقیر و ذلیل نہ ہو جائے۔ اس قدر کام درپیش ہیں کہ خالص دین کے سوا اور تکلیفات کا تحمل ہم میں باقی نہیں ہے۔ اسلام پر حاشئے چڑہتے چڑھتے جو صورت اُس کی اب ہو گئی ہے اگر اُسی کو اسلام سمجھا جائے تو عنقریب کسی مسلمان کو ضروریات دین سے اس قدر مہلت نہ ملے گی کہ وہ نہایت ذلت و خواری سے دونوں وقت قوت لایموت بہم پہنچا کر بُری بھلی طرح اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر لے۔ چہ جائیکہ وہ دنیا میں عزت سے رہ سکے۔ یا دین کی کچھ شان و شوکت بڑھا سکے۔ جس عالم میں ہم کو اب اور آیندہ رہنا ہے اُس میں ادنے درجہ کی عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے لئے وہ تدبیریں درکار ہیں جو پہلے شاید ملک اور سلطنت ہی کے لئے درکار نہیں۔ کیونکہ ترقی انسانی کا زمانہ اُس قوم کے حق میں سخت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہے جو اُس زمانہ کا ساتھ نہ دے بلکہ اُس کے

برخلاف اپنے لئے ایک دوسرا رستہ اختیار کرے"

ہم کو دین کی شان و شوکت قایم رکھنے کے لئے یہی ضرور ہے کہ صرف خالص اسلام کی حمایت کریں۔ اور اُس کو حشو و زوائد سے پاک کر کے تمام عالم کو دکھادیں کہ صرف اسلام ہی دنیا میں ایسا دین ہے جو انسان کی خوشی اور آزادی کو ترقی دینے والا ہے"

یورپ کے بڑے بڑے محققوں نے جو اسلام کی نسبت نہایت عمدہ عمدہ رائیں لکھی ہیں اُس سے اُن کی کمال تحقیق اور تنقیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُنہوں نے جیساکہ اُن کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔ اُس سارے مجموعہ کو اسلام نہیں سمجھا جس پر اب اسلام کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اپنی نہایت گہری نگاہ سے اُس تمام کوڑے کرکٹ کو دور کر کے ٹھیٹ اسلام کا کھوج لگایا ہے۔ اور صرف اُسی پر اپنی اپنی رائیں لکھی ہیں۔ اگر وہ اس تمام مجموعہ کو جس کو ہمارے بھائی مسلمان اسلام سمجھتے ہیں ٹھیٹ اسلام جان کر اُسی پر رائے لکھ بیٹھتے تو اُن کی راستی اور انصاف ہرگز ایسی رائیں لکھنے کی اجازت نہ دیتا"

جو مسلمان اِس زمانہ کے موافق تعلیم پا رہے ہیں یا آیندہ پائینگے وہ جبھی تک اسلام پر ثابت قدم رہ سکتے ہیں کہ اس تمام مجموعہ کو اسلام نہ سمجھیں۔ اگر بدنصیبی سے اُنہوں نے بھی اُسی کو دین اسلام سمجھا تو عیاذاً باللہ اُن غریبوں کی نوبت الحاد و ارتداد تک پہنچ جائے گی اور

اُس کا مظلمہ اُن مولویوں اور عالم کی گردن پر ہوگا جو اسی مہیب اور ڈراونی اور وحشت انگیز صورت پر اسلام کا رہنا پسند کرتے ہیں +

ہم جو دنیا کے تمام ادیان و ملل میں سے صرف دین اسلام ہی کو واجب التسلیم سمجھتے ہیں اور اُس کے سوا اور دین کو ایسا نہیں جانتے۔ اُس کے یہ معنے ہرگز نہیں ہیں کہ صرف اسلام خدا کا بھیجا ہوا دین ہے اور باقی ایسے نہیں۔ کیونکہ کلام الٰہی میں وارد ہوا ہے کہ۔ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ (یعنی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی نبی نہ گذرا ہو)۔ اور یہ بھی ارشاد ہُوا ہے کہ منھم من لم نقصص علیک۔ (یعنے ہم نے بعض انبیاء کا حال تجھ پر اے نبی آخرالزمان ظاہر نہیں کیا) پس معلوم ہوا کہ ہم اسلام کو اُس وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئی اور دینوں پر ترجیح نہیں دیتے بلکہ اس سبب سے دیتے ہیں کہ جس وقت دین اسلام کا ظہور ہُوا اُس وقت ادیان سابقہ میں سے کوئی دین اپنی اصلیت پر باقی نہ رہا تھا۔ انسان کی افراط و تفریط سے حق اور باطل مل جل کر ایک ہو گئے تھے۔ شرک اور بدعات نے توحید اور سنن راشدہ کو دبا لیا تھا۔ اور خود غرض عالموں کی تحریفات اور مقلد جاہلوں کی جہالت اور متعصب دینداروں کے غلو سے تمام شریعتوں کے موضوع بدل گئے تھے۔ نبی آخرالزمان نے آکر

حق کو باطل سے جدا کیا اور جو کھوٹ اور ملاؤ اگلی شریعتوں میں مل گیا تھا اُس کو دور کرکے ایک خالص کُندن نکالا۔ اور اُسی کا نام اسلام رکھا۔ اب اگر اسلام بھی شرائع سابقہ کی طرح اپنی اصلیت پر باقی نہ رہے تو ہم کس مُنہہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا دین حق ہے اور باقی ادیان ایسے نہیں ہیں +

راقم

الطاف حسین حالی

تمام شد

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تاریخ التاریخ ..	۳ر	سوانح مولانا روم ..	مہر
جہانگیر ..	۲ر	سلیمان علیہ السلام ..	۴ر
جسمانی تعلیم ..	۴ر	سیاحت ہند ..	[illegible]
حضرت عیسیٰ و صلیب ..	۱ر	شکوہ ہند ..	۲ر
حضرت ہاجرہ ..	۲ر	صلۂ رحم ..	لہ
حضرت زید ..	۴ر	صناعۃ العرب ..	۳ر
حقیقۃ السحر ..	۲ر	عربوں کا فن تعمیر ..	۴ر
حب وطن ..	۱ر	اسرار ادویہ ..	۸ر
حیات خسرو ..	۱۲ر	تحقیق اناجیل ہر دو حصہ ..	عہر
دنیائے اسلام اور عیسائیت	۶ر	غذائے انسانی ..	۳ر
حیات صالح ..	۴ر	فلسفہ ابن عربی ..	۱ر
سوانح حیدر علی سلطان ..	۱۲ر	فلسفۃ القرآن ..	۲ر
" ٹیپو ..	۸ر	کانشنس ..	۱ر
دین و دانش ..	[illegible]	کتاب الزکوٰۃ ..	۲ر
دمشق ..	[illegible]	مسلمانوں کی ترقی اور ان کے تنزل کے اسباب	عہر
روح کی بیداری ..	۴ر	منہاج القواعد ..	۱۲ر
رسائل شبلی ..	۱۲ر	مہدی آخر الزمان ..	۲ر
زیب النساء بیگم ..	۱ر		

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
محرم کی بدعتیں	۲ر	علم الغیب	۱ر
مسلمانوں کی تہذیب	۴ر	بشارت فاطمہ (ناول) ..	۴ر
حاضر	۳ر	مکافات عمل " " ..	۵ر
ہندو رانیاں	۸ر	رسالہ اصلاح	۲ر
یورپ و قرآن	۳ر	الایمان	۶ر
فطرت و قانون فطرت ..	۳ر	فتاۃ غسان ہر دو حصہ ..	ے ر
مکتوبات امام ربانی اردو حصہ اول	۱۰ر	سیرۃ النبی	۴ر
ارمانوسہ	[illegible]	داستان مریخ	۱۰ر
مسلمان عورتوں کی بہادری ..	۱ر	اویماق مغل	۵ر
مسدس ننگ خدمت ..	۱ر	زینت النبات	۴ر
مسلمانوں کی پولیٹیکل پالیسی ..	۲ر	فتح اندلس	[illegible]
سوانح حضرت رسول اکرم صلعم ..	۶ر	الاسلام دین الفطرۃ ..	۶ر
تربیت اولاد	۴ر	اسلام اور سوشیل ریفارمر ..	۸ر
معیار الاخلاق	۶ر	الاسلام والنصرانیہ	۸ر
فلاح دارین	۱۲ر	مراۃ الاسلام	۴ر
تمدن اسلام ہر دو حصہ ..	[illegible]	بینظیر حبیبی حمائل شریف مترجم	[illegible]

منیجر روز بازار اسٹیم پریس امرتسر ہال بازار